ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-29

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

**رمشا علی**
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ فارسی، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور ۔
**ڈاکٹر سیدہ فلیحہ زہرا کاظمی**
صدر شعبہ فارسی، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔
**ڈاکٹر ماریہ عمر**
اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور
**ڈاکٹر شاھدہ عالم**
اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

# حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کی حیات، تعلیمات اور سلسلہ چشتیہ کے خطہ پنجاب پر اثرات

**Rimsha Ali***
PhD Scholar, Department of Persian, Lahore College for Women University, Lahore.
**Dr. Syeda Faleeha Zahra Kazmi**
Chairperson, Persian Department, Lahore College for Women University, Lahore.
**Dr.Maria Umer**
Assistant Professor, Lahore College for Women University, Lahore.
**Dr Shahida Alam**
Assistant Professor, Lahore College for Women University, Lahore
***Corresponding Author:** zaniali12@yahoo.com

# Hazrat Khawaja Shah Muhammad Sulaiman Taunsvi (R.A.): His Life, Teachings, and Impact of Chishtiyya Order in Punjab

Sufism has played a key role in the history of the Indian subcontinent, particularly during the period of political and social

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-29
ماخذ تحقیقی مجلہ

unrest in the eighteenth and nineteenth centuries. This was an era when the decline of the Mughal Empire was at its peak, foreign powers like the Sikhs and the British were striving to establish their dominance over the region, and Muslim society was suffering from severe intellectual, educational, and moral decay. It was in this dark period that a personality emerged from the land of Punjab who illuminated the hearts of millions by lighting the lamps of spirituality and knowledge. That personality was Hazrat Khawaja Shah Muhammad Sulaiman Taunsvi (RA), famously known as "Peer Pathan." This research paper presents an overview of the life and the intellectual and practical aspects of the teachings of this great Sufi saint. The purpose of this paper is not merely to present a biographical sketch, but to highlight the true and authentic model of Sufism of that era, which is often obscured by intellectual misconceptions and non-Shari'ah customs and rituals. This research will include an academic analysis of Hazrat Sulaiman Taunsvi's (RA) teachings, a detailed examination of the social and educational impacts of the Khanqah (Sufi lodge) movement he established, and a study of his life and works.

**Key Words:** *Sufism, Sulaiman Taunsvi, Chishtiya Order, Teachings.*

برصغیر میں تصوف کی آمد اور اس کا فروغ ایک طویل تاریخی عمل کا نتیجہ ہے۔ دسویں صدی عیسوی میں تصوف ایک آزاد فکری پہچان قائم کر چکا تھا، اور امام غزالیؒ جیسے مفکرین نے اسے قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی فکر کے روحانی جزو کے طور پر مستحکم کیا۔ تصوف کی مختلف شاخیں برصغیر میں وارد ہوئیں، جن میں سے چشتیہ سلسلہ کو سب سے زیادہ پذیرائی ملی۔ اس سلسلے کا آغاز افغانستان کے شہر چشت میں حضرت ابو اسحاق شامیؒ سے ہوا تھا، لیکن اسے پاک و ہند میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ نے فروغ دیا، جنہیں برصغیر میں اس سلسلہ کا حقیقی مبلغ سمجھا جاتا ہے۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ کے بعد ان کے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور پھر ان کے مرید بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے پنجاب میں اس سلسلے کی جڑیں گہری کیں۔ بابا فریدؒ کو پنجابی زبان کی صوفیانہ شاعری کا پہلا بڑا شاعر بھی مانا جاتا ہے، جس نے پنجابی ثقافت اور زبان پر تصوف کے اثرات کو مستقل اور گہرا بنا دیا۔

سلسلہ چشتیہ اسلام کے اندر تصوف کا ایک انتہائی با اثر سلسلہ ہے، جس کا نام افغانستان کے ایک قصبے چشت سے ماخوذ ہے۔ اس سلسلہ کا قیام تقریباً ۹۳۰ عیسوی میں ابو اسحاق شامی کے ہاتھوں ہوا، جو اپنی نسبت کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-29

ماخذ تحقیقی مجلّہ

مطابق اصل میں شام (دمشق) سے تھے۔ اگرچہ اس کے ابتدائی اثرات اسلامی تصوف کے مرکز شام سے منسلک ہیں، لیکن یہ سلسلہ بعد میں ہرات سے ہوتا ہوا خواجہ معین الدین چشتی کے ذریعے جنوبی ایشیا میں داخل ہوا اور اجمیر ی کی ولایت میں مستحکم ہوا۔ خواجہ معین الدین چشتی، بانی شیخ ابو اسحاق شامی کے جانشینوں کی کڑی میں آٹھویں نمبر پر تھے، جنہوں نے ۱۲ ویں صدی کے وسط میں اجمیر (راجستھان، بھارت) میں چشتیہ کو متعارف کرایا۔

سلسلہ چشتیہ جنوبی ایشیا میں قائم ہونے والے چار اہم صوفی سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ میں سب سے پہلا سلسلہ تھا اور ماہرین نے سلسلہ چشتیہ کی تاریخ کو ترقی کے چار ممتاز ادوار میں تقسیم کیا ہے: (۱) عظیم مشائخ کا دور (تقریباً ۱۲۰۰ء تا ۱۳۵۶ء)، (۲) علاقائی خانقاہوں کا دور، (۳) صابریہ شاخ کا عروج، اور (۴) نظامیہ شاخ کا احیاء، جو اس کے وقت کے ساتھ بدلتے ہوئے تاریخی اور ثقافتی سیاق وسباق سے ہم آہنگی کی صلاحیت کو ظاہر کرتا ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی کے بعد سلسلہ چشتیہ کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر، اور خواجہ نظام الدین اولیاء (۱۲۳۸–۱۳۲۵ عیسوی) جیسے عظیم صوفیاء کے ذریعے تقویت ملی۔ یہ دور دہلی سلطنت کے عروج کا تھا اور دہلی میں ہی چشتیہ سلسلہ نے اپنی ولایت قائم کی۔

خواجہ نظام الدین اولیاء کے دور میں دہلی نے خود کو اسلامی دنیا کے روحانی مرکز کے طور پر مضبوط کیا، خاص طور پر اس وقت جب منگولوں کے حملوں نے سمرقند، بخارا اور بغداد جیسے عظیم اسلامی شہروں کو تباہ کر دیا تھا۔ تین ابتدائی عظیم چشتی مشائخ نے دہلی کو اپنا مسکن بنایا، جس سے شہر کو "حضرتِ دہلی" (قابل احترام دہلی) کا لقب ملا، یہ ایک روحانی مرکزیت تھی جو سیاسی مرکزیت کے متوازی چلتی تھی۔ یہ مرکزی حیثیت محض ایک جغرافیائی انتخاب نہیں تھا؛ اس عمل نے چشتی تعلیمات کو دہلی کی سماجی وسیاسی نبض میں بسا دیا اور ایک ایسے شہری کردار کو فروغ دیا جو روایتی فقہی انتہا پسندی کے بجائے لبرل اور مفاہمتی تھا۔

## چشتیہ سلسلہ کی اہم شاخیں

چشتیہ سلسلہ کی فکری اور عملی روایت کئی اہم شاخوں میں تقسیم ہوئی، جن میں دو بڑی اور مشہور شاخیں چشتیہ صابریہ اور چشتیہ نظامیہ ہیں۔

- **چشتیہ صابریہ:** یہ شاخ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے خلیفہ حضرت علی احمد صابر کلیرؒ سے منسوب ہے۔ اس سلسلے کے پیروکار چشتی صابری کہلاتے ہیں اور اس میں شمس الدین ترک پانی پتیؒ جیسے عظیم بزرگ شامل ہیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-29
ماخذ تحقیقی مجلہ

- **چشتیہ نظامیہ:** یہ شاخ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے مرید خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی طرف منسوب ہے اور اس نے برصغیر میں خاصی مقبولیت حاصل کی۔ پنجاب میں اس سلسلے کا باقاعدہ فروغ خواجہ نور محمد مہارویؒ کے ذریعے ہوا، جنہوں نے بعد میں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کو خلافت عطا کر کے اس کی باگ ڈور ان کے سپرد کی۔

پنجاب میں چشتیہ نظامیہ سلسلے کی بنیاد خواجہ نور محمد مہارویؒ نے رکھی اور حضرت سلیمان تونسویؒ کو اسی سلسلے کا "آخری عظیم بزرگ" اور اس کی "تکمیل" کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ یہ محض ایک بیانیہ یا لقب نہیں، بلکہ ایک گہرے فکری اور تاریخی تسلسل کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایک بزرگ نے جس تحریک کا آغاز کیا تھا، دوسرے نے اسے بامِ عروج تک پہنچا کر اس کی روحانی اور علمی عمارت کو مکمل کیا۔

یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تصوف میں "شجرہ" یا روحانی شجرہ کی اہمیت بالکل اسی طرح ہے جیسے علم حدیث میں "سند" کی۔ جس طرح محدثین احادیث کی صحت کو یقینی بنانے کے لیے سند (روایت کی زنجیر) کو محفوظ رکھتے تھے، اسی طرح صوفیاء اپنی روحانی نسبت کو تسلسل اور درستگی کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ ان کا فیض براہ راست نبی اکرم ﷺ سے منسلک ہو۔ یہ فکری تعلق صوفیاء کی علمی اور روحانی فیض کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور اس میں تصوف پر لگنے والے بدعت یا بے عملی کے الزامات کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ یہ نظام اس بات کا ثبوت ہے کہ حقیقی تصوف کوئی خود ساختہ یا بے لگام روحانی عمل نہیں بلکہ ایک منظم، علمی اور مستند روایت ہے۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کی پیدائش ۱۱۸۳ہجری بمطابق ۱۷۶۹ء میں موضع گڑگوجی، کوہ درگ میں ہوئی۔ آپ کا تعلق افغان قوم کے قبیلہ جعفر سے تھا، جس کا نسب بعض روایات کے مطابق حضرت امام جعفر صادقؒ سے ملایا جاتا ہے۔ یہ ایک دلچسپ نکتہ ہے جو صوفیاء کے اہل بیت سے گہرے روحانی اور فکری تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ عوام میں "پیر پٹھان" کے نام سے بھی معروف ہیں۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی، جس کے بعد مزید دینی علوم کے حصول کے لیے کوٹ مٹھن میں حضرت قاضی محمد عاقلؒ کے مدرسے کا رخ کیا۔ روحانی تربیت کے لیے آپ نے خواجہ نور محمد مہارویؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور ان سے خلافت کا عظیم منصب حاصل کیا۔ خواجہ نور محمد مہارویؒ نے یہ خلافت انہیں اس لیے عطا کی کہ انہیں خود نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا تھا۔ [۲]

خواجہ سلیمان تونسویؒ کی حیات (۱۷۶۹ء-۱۸۵۰ء) برصغیر کی سیاسی تاریخ میں ایک انتہائی فیصلہ کن دور سے مطابقت رکھتی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب کابل کی حکومت کمزور پڑ رہی تھی، سکھوں نے پنجاب پر اپنا تسلط جمانا

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-29

شروع کر دیا تھا، اور انگریزوں کی نظریں ہندوستان کے تخت پر لگی ہوئی تھیں۔ اس سیاسی انتشار کا اثر معاشرتی سطح پر بھی نظر آیا، جہاں مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی اور اخلاقی حالت انتہائی ناگفتہ تھی۔

اس دور میں جہاں کچھ رہنما سیاسی اور عسکری محاذ پر جدوجہد کر رہے تھے، خواجہ سلیمان تونسویؒ نے ایک مختلف لیکن گہری بصیرت پر مبنی راستہ اختیار کیا۔ جب سر سید احمد خان نے ان سے مسلمانوں کی عسکری اور تنظیمی اصلاح کے لیے مدد طلب کی، تو آپ نے انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ اس وقت مسلمانوں کے اصل مرض کا علاج جہاد بالسیف نہیں بلکہ جہاد بالعلم والاخلاق ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ قوم کو اندر سے مضبوط کرنا، ان کی تعلیمی اور اخلاقی حالت کی اصلاح کرنا، اور ان میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنا بیرونی دشمن کے خلاف لڑنے سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ یہ ایک دور اندیشانہ اور حقیقت پسندانہ نقطہ نظر تھا جو اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی۔

خواجہ سلیمان تونسویؒ کی فکری اور تصوفی تعلیمات کا بنیادی اصول شریعت کی پاسداری اور اتباعِ سنت تھا۔ آپ نے تصوف کو شریعت سے الگ کوئی شے نہیں سمجھا، بلکہ اسے شریعت کا جوہر اور اس کی روح قرار دیا۔ آپ کے نزدیک انسانیت کا کمال صرف شریعت کی اتباع میں ہی ممکن ہے۔ آپ کا مشہور قول "استقامت کرامت سے بہتر ہے" آپ کے پورے فکری نظام کا سنگِ بنیاد ہے۔ آپ نے واضح کیا کہ کرامات اور خارق العادات افعال کی طلب دراصل نفس کی خواہش ہوتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے شریعت پر ثابت قدمی کا مطالبہ کرتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "اگر ایک شخص ہوا میں اُڑتا ہوا نیچے اتر آئے، لیکن اُس کا کوئی فعل جادہء شریعت سے باہر ہو تو وہ گوہر نہیں ہے جس پر کوئی اعتبار نہیں"۔

آپ نے اپنے دور میں رائج بدعات اور غیر اسلامی رسوم جیسے مجاز پرستی اور قبر پرستی کی شدید مذمت کی اور تصوف کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ آپ نے ایک جوگی کے سوال پر کہ فقر اور شریعت میں سے کس کا رتبہ بڑا ہے، فوراً "شریعت کا" جواب دیا اور یہ دلیل دی کہ اہل شریعت نے منصور حلاج کو سولی پر چڑھایا تھا، لیکن کسی فقیر سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ کسی عالم کو سولی پر چڑھائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک علم اور شریعت کو تصوف پر فوقیت حاصل تھی۔ آپ نے وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ علمی مباحث کو بھی اپنی اصلاحی تحریک کا لازمی حصہ بنایا۔

خواجہ سلیمان تونسویؒ کا ایک سب سے بڑا کارنامہ تونسہ شریف میں ایک عظیم دارالعلوم کا قیام تھا، جسے آپ نے اس وقت بنایا جب برصغیر کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت انتہائی خراب تھی۔ اس دارالعلوم میں پچاس سے زائد علماء اور اساتذہ موجود تھے اور طلباء کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زیادہ تھی۔ اس مدرسے میں صرف روایتی دینی علوم

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-29
ماخذ تحقیقی مجلہ

جیسے قرآن، حدیث، فقہ اور تصوف ہی نہیں، بلکہ جدید اور عقلی علوم جیسے فارسی، عربی، فلسفہ، منطق، سائنس، طب اور ہندسہ بھی پڑھائے جاتے تھے۔

اس دارالعلوم میں طلباء کو تمام ضروریاتِ زندگی بھی فراہم کی جاتی تھیں۔ لنگر خانہ سے انہیں کھانا، لباس، جوتے، کتابیں اور ادویات ملتی تھیں، تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ علم حاصل کر سکیں۔ یہ ایک مکمل تعلیمی اور فلاحی نظام تھا جو اس دور کے لحاظ سے ایک غیر معمولی اقدام تھا۔

خواجہ سلیمان تونسویؒ کی تعلیمات اور عملی اقدامات تصوف پر ہونے والی فکری تنقید کا ایک براہ راست اور موثر جواب ہیں۔ ان کا شریعت پر غیر متزلزل اصرار اور کرامات کے بجائے استقامت پر زور دراصل ایک جدید اور اصلاحی نقطہ نظر تھا۔ انہوں نے یہ ثابت کیا کہ تصوف بے لگام جذباتی تجربہ نہیں، بلکہ ایک ایسا عملی نظام ہے جو افراد کو قرآن وسنت کا سچا پیروکار بناتا ہے۔ آپ کی یہ فکر اس دور کے ان نقلی صوفیوں اور گدی نشینوں کے لیے ایک چیلنج تھی جو بدعات اور خرافات کو فروغ دے کر تصوف کو بدنام کر رہے تھے۔

دارالعلوم میں قدیم اور جدید علوم کی تدریس کا اہتمام آپ کی بصیرت اور دور اندیشی کا ثبوت ہے۔ آپ نے محسوس کر لیا تھا کہ مسلمانوں کے زوال کا بنیادی سبب صرف روحانی نہیں، بلکہ علمی بھی ہے۔ لہٰذا، آپ نے ایک ایسا نظام قائم کیا جو روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ فکری اور سائنسی ترقی کی بنیاد بھی رکھتا تھا۔ یہ نقطہ نظر بعد میں سر سید احمد خان جیسے رہنماؤں کے تعلیمی نظریات سے ہم آہنگ نظر آتا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ سلیمان تونسویؒ نہ صرف اپنے عہد کے ایک عظیم صوفی تھے بلکہ امت کے مستقبل کے لیے بھی ایک گہری اور جامع سوچ رکھتے تھے۔

خواجہ سلیمان تونسویؒ کی آمد سے پہلے تونسہ ایک غیر معروف گاؤں تھا جو سنگھڑ ندی کے کنارے چند گھروں پر مشتمل تھا۔ آپ کے وہاں قیام کرنے کے بعد یہ غیر معروف گاؤں علم وعرفان کا ایک بڑا مرکز بن گیا اور اس کے نام کے ساتھ "شریف" کا لاحقہ شامل ہو گیا، جس سے یہ "تونسہ شریف" کہلایا۔ یہ تبدیلی محض جغرافیائی نہیں تھی بلکہ ایک گہری سماجی اور ثقافتی تبدیلی کی عکاسی کرتی ہے جہاں ایک روحانی شخصیت کی آمد سے ایک پورا خطہ روشنی اور فیض کا مرکز بن گیا۔

آپ کی تعلیمات نے معاشرے کے ہر طبقے کو متاثر کیا، جس میں عام مسلمان، علماء، صوفیاء اور حتیٰ کہ ریاستوں کے والی اور جاگیردار بھی شامل تھے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی روحانی اتھارٹی اور فکری قیادت نے اس

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-29
ماخذ تحقیقی مجلہ

دور کے سیاسی اور سماجی ڈھانچے پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے، اگرچہ آپ نے براہ راست سیاست میں حصہ نہیں لیا۔ (۳)

خواجہ سلیمان تونسویؒ کی خدمات کا دائرہ صرف روحانی تربیت تک محدود نہیں تھا۔ آپ نے معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے بھی اہم اقدامات کیے۔ آپ نے اپنی خانقاہ میں ایک وسیع لنگر خانہ قائم کیا جہاں طلباء، علماء اور فقراء کو کھانا، لباس، کتابیں اور دیگر ضروریات زندگی مفت فراہم کی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ، آپ نے عوام کی صحت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک ہسپتال بھی قائم کیا۔

آپ کی تعلیمات میں بین المذاہب رواداری کا عنصر بھی نمایاں تھا۔ اگرچہ اس سلسلے میں براہ راست خواجہ سلیمان تونسویؒ کے حوالے سے کم معلومات میسر ہیں، لیکن ان کے پوتے اور جانشین خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے دربار میں ہندو برادری کی بڑی تعداد میں حاضری کے واقعات اس بات کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ تونسہ شریف کی خانقاہ نے ہمیشہ بین المذاہب ہم آہنگی اور حسنِ سلوک کو فروغ دیا۔ یہ رواداری اس خطے میں صوفیاء کے "گنگا جمنی تہذیب" کو فروغ دینے میں کلیدی کردار کی عکاسی کرتی ہے، جو آج بھی فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے خلاف ایک اہم سبق ہے۔

خواجہ سلیمان تونسویؒ کی روحانی میراث کا سب سے بڑا ثبوت ان کے ستر سے زیادہ خلفاء ہیں جنہوں نے ان کے مشن کو پورے برصغیر میں پھیلایا۔ ان خلفاء نے اپنے اپنے علاقوں میں خانقاہیں، مدارس اور لنگر خانے قائم کیے۔ یہ تمام مراکز آج بھی علم و عرفان کے منبع ہیں اور اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرت سلیمان تونسویؒ کی میراث صرف ایک خانقاہ تک محدود نہیں رہی بلکہ ایک ہمہ گیر اور موثر تحریک میں تبدیل ہو گئی۔

آپ کے دو بیٹے، خواجہ گل محمد تونسویؒ اور خواجہ درویش محمد تونسویؒ، آپ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ اس کے بعد آپ کے پوتے، خواجہ اللہ بخش تونسویؒ، نے آپ کی مسند کو سنبھالا اور تقریباً ۵۲ سال تک اس پر فائز رہے۔

خواجہ سلیمان تونسویؒ کا مزار تونسہ شریف میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔ ہر سال ان کا عرس مبارک ۵ سے ۷ صفر کو منعقد ہوتا ہے، جس میں ہزاروں کی تعداد میں زائرین نہ صرف پاکستان بلکہ ہندوستان اور افغانستان جیسے ممالک سے بھی شرکت کرتے ہیں۔ عرس کی ان تقریبات میں قوالی، ختم خواجگان، اور لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور یہ ایک ایسا روحانی اجتماع ہوتا ہے جو لوگوں کو محبت اور اخوت کی ڈوری میں باندھ دیتا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-29

ماخذ تحقیقی مجلہ

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کا پنجاب میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کی تجدید اور تکمیل میں کردار گہرا اور وسیع تھا۔ تاریخی طور پر، پنجاب میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کی بنیاد آپ کے مرشد حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نے رکھی تھی۔ تاہم، خواجہ سلیمان تونسویؒ کو اس سلسلے کا "آخری عظیم بزرگ" اور اس کی "تکمیل" کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ یہ تکمیل صرف روحانی ترقی کی انتہا نہیں تھی، بلکہ اس میں فکری، تعلیمی اور سماجی اصلاح بھی شامل تھی جس نے اس سلسلے کو ایک نئی شکل دی۔

خواجہ سلیمان تونسویؒ نے تصوف کو شریعت سے الگ کوئی شے نہیں سمجھا، بلکہ اسے شریعت کا جوہر اور اس کی روح قرار دیا۔ وہ اکثر یہ فرماتے تھے کہ "استقامت کرامت سے بہتر ہے "۔ آپ کے نزدیک، اگر کوئی شخص ہوا میں بھی اڑنے لگے لیکن اس کا کوئی بھی فعل شریعت کے راستے سے باہر ہو، تو وہ قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ آپ نے تصوف میں رائج بدعات اور غیر اسلامی رسومات کی شدید مذمت کی اور اپنے مریدین اور خلفاء کو اتباعِ سنت کی سختی سے تلقین کی۔ اس اصلاحی نقطہ نظر نے تصوف کی ایک مستند اور شریعت پر مبنی تصویر پیش کی، جو اس وقت کی فکری تنقید کا ایک موثر جواب تھی۔ (۴)

آپ نے تونسہ شریف میں ایک وسیع دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ یہ ایک ایسا جامع ادارہ تھا جہاں تقریباً ڈیڑھ ہزار سے زائد طلباء اور پچاس سے زائد علماء دینی و روحانی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس دارالعلوم میں صرف روایتی دینی علوم (قرآن، حدیث، فقہ) ہی نہیں، بلکہ جدید اور عقلی علوم جیسے فلسفہ، منطق، سائنس، طب اور ہندسہ بھی پڑھائے جاتے تھے۔ اس نظام نے مسلمانوں کے فکری و تعلیمی زوال کا مقابلہ کیا اور تصوف کو روحانی تربیت کے ساتھ علمی بنیاد بھی فراہم کی۔

آپ کے روحانی فیض نے نہ صرف پنجاب بلکہ پورے برصغیر کو متاثر کیا۔ آپ کے ستر سے زیادہ خلفاء نے آپ کے مشن کو ہندوستان، افغانستان، وسط ایشیا اور دیگر علاقوں تک پہنچایا۔ ان خلفاء نے اپنے علاقوں میں نئی خانقاہیں اور مدارس قائم کیے، جن میں گولڑہ شریف، سیال شریف، کھڈ شریف اور بھیرہ شریف جیسے معروف مراکز شامل ہیں۔ اس وسیع نیٹ ورک نے چشتیہ سلسلہ کو ایک مضبوط اور پائیدار تحریک میں تبدیل کر دیا جس کے اثرات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس طرح، آپ نے پنجاب میں چشتیہ نظامیہ کی روایت کو زندہ کیا اور اسے ایک نئی قوت اور وسعت بخشی۔ (۵)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-29

ماخذ تحقیقی مجلّہ

## حوالہ جات


۱. پاکستان میں تصوف اور خانقاہی نظام کی موجودہ صورتحال: اجمالی جائزہ

۲. تصوف اور تعلیمات سلاسل، پروفیسر ڈاکٹر حسین مُحی الدین قادری، شیخ الاسلام مرکز علوم الروحانیہ، منہاج یونی ورسٹی لاہور، ۲۰۲۳

۳. خواجہ محمد سلیمان تونسوی، احوال وملفوظات کا موضوعاتی تجزیہ، سید جمیل احمد رضوی، ۲۰۲۲

۴. تصوف وصوفی ازم دفاع اسلام کا ذریعہ، علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی، مکالمہ

5. The Chistia Sufi Order:The Life And Teaching Of Hazrat Suleman Taunsvi